شاہراہوں کے لعل — ۴

مولانا محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء — ۱۹۱۰ء)

ابتدائی حالات:

محمد حسین آزاد مرحوم علامہ دین اور صحافی مولوی محمد باقر کے بیٹے تھے۔ دلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد، آزاد کے والد اگر یزوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ پھر لاہور پہنچ کر محکمہ تعلیم میں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ حکومت پنجاب نے ان سے متعدد نصابی اردو کی کتابیں لکھوائیں۔ لاہور میں قاضی انجمن پنجاب میں لیکچرار اور سیکرٹری رہے۔ آخر کی دنوں میں، گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر کئے گئے ۱۸۸۸ء۔ میں دماغی مرض شروع ہوا جو مرتے دم تک باقی رہا۔

اسلوب نگارش:

آزاد اردو کے صاحب طرز نثر نگار ہیں۔ وہ اپنے اسلوب بیان کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی۔ ان کا تخیلی اسلوب بیان اپنے عہد کے اندیشوں اور شوخ نگاروں میں منفرد بنا دیتا ہے۔ تخیل آفرینی، منظر آرائی، تجسیم نگاری، شوخ اور رنگین، واقعہ نگاری نفسیاتی حقیقت آرائی اور سادہ آرائی ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کا انداز بیان شگفتہ ایسا خوب صورت اور دل نشین نثر کے علاوہ، ان کا ایک ہزار نامہ، اردو میں کے آغاز کا اندیشوں کی کثرت کو متاثر کیا۔ خوب صورت اور دل نشین نثر کے علاوہ، ان کا ایک ہزار نامہ، اردو میں جدید طرز نگارشی ہے۔ جس کی ابتدا غنی پنجاب لاہور کے مشاعروں سے ہوئی۔ جس کے وہ سیکرٹری تھے۔

تصانیف:

مشکل الفاظ کے معنی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اشتیاق	شوق، آرزو	بالیں	سرہانا
پھیپھڑے	پھاڑے	گمراہ	بھٹکے
گلہ	رنج	ناظر، منعم	اطمینان
تنّ	بھرا کرتا تھا، لال عالم	نہایت دلآویز	نے بھرو کرنی
شب دیجور	تاریک رات	طول کھینچنا	بات بڑھ جانا
دادخواہی	انصاف چاہنا	غنیمت	مناسب سمجھنا
خیرباشد	خیر ہو	بارِ جلسہ	جلسہ میں شریک لوگ

[redacted]

طرف دار	لاتعلق	بے توقف	بغیر رکے ہوئے

سبق کا خلاصہ

مولانا محمد حسین آزاد نے اس سبق کے ذریعے اس بات کی وضاحت کر دی کہ شاعر کی بے کار شہرت اور کامیابی میں فارس "بہت مشہور ہیں۔ اپنے استاد، ابراہیم ذوق کا دیوان بھی آزاد نے مرتب کیا۔ آزاد کے موضوعاتی نظمیں بھی لکھیں جو "نظم آزاد" میں شامل ہیں۔

آزادی تصانیف میں "آبِ حیات"، "دربارِ اکبری"، "نیرنگِ خیال"، "قصصِ ہند" اور "سخندانِ فارس" بہت مشہور ہیں۔ اپنے استاد، ابراہیم ذوق کا دیوان بھی آزاد نے مرتب کیا۔ آزاد نے موضوعاتی نظمیں بھی لکھیں جو "نظم آزاد" میں شامل ہیں۔

کسی شخص نے مرزا غالب سے کہا کہ آپ کی کتاب طاق نسیاں کے بارے میں لوگوں نے بہت گستاخیاں کی ہیں آپ انہیں جواب کیوں نہیں دیتے۔ مرزا بولے: بھائی، اگر لوگ گدھا تمھیں لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے استادِ ابراہیم ذوق کی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے کہ وہ ایک نیک اور نفیس اور خاصر جواب شاعر تھے۔ شاعری پر ان کی گرفت مضبوط تھی۔ فی البدیہہ شعر کہنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔ طرز بیان انداز میں شعروں کا جواب شاعر و میں دیتا ان کا خاصہ تھا۔ شعر کہتے وقت بھی کلام پر گرفت مضبوط رہتی تھی۔ ہر شعر اپنے اندر معنی کے سمندر سمو نے رہتا۔ اپنے طرز مزاح سے محفل کی رونق کو دوبالا کر دیتے۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ ساتھ انہیں بات سے بات نکالنے میں مہارت حاصل تھا۔

مرکزی خیال:

کسی بات کو اس طرح لطیف پیرائے میں بیان کرنا کہ اس کا حسن بڑھ جائے اور سننے والے کو احساس بھی نہ ہو کہ اسے کچھ کہا گیا ہے۔ شاعر کو کسی جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو ان کی ادبی گفتگو مزاح کی چاشنی کے بغیر ہوتی ہے۔ یہی انداز ان کے ہاں نظر آتا ہے۔ وہ معنی خیز باتیں اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سطحی نظر میں ان کی اہمیت صرف ایک مذاق کی صحبت ہوتی ہے لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو ان باتوں میں لطافت کے ساتھ ساتھ گہرا طنز بھی ہوتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی اس کتاب "آبِ حیات" میں شعرا کے مستند حوالے بھی لکھے ہیں وہ جہاں نے خود اپنے کلام اور احوال فرمائے ہیں۔

جو خاص ہیں وہ شریک گروہ عام نہیں

شمار دانۂ تسبیح میں لا نام نہیں

خواجہ حیدر علی آتش کے ایک شاگرد اکبر بہادر خاں کا رہنا ہو تے رہتے تھے۔ اور اپنے استاد کے کہنے تھے کہ میں کسی دوسرے شہر چلا جاؤں گا۔ ایک دن بازار جانے لگا اور استاد سے کہا کہ میں بازار جا رہا ہوں کوئی فرمائش نگاری، شربت اور رنگین، واقعہ نگاری نفسیاتی حقیقت آرائی اور سادہ آرائی ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کا انداز بیان شگفتہ ایسا خوب صورت اور دل نشین نثر کے علاوہ، ان کا ایک ہزار نامہ، اردو میں کے آغاز کا اندیشوں کی کثرت کو متاثر کیا۔ خوب صورت اور دل نشین نثر کے علاوہ، ان کا ایک ہزار نامہ، اردو میں جدید طرز نگارشی ہے۔ جس کی ابتدا غنی پنجاب لاہور کے مشاعروں سے ہوئی۔ جس کے وہ سیکرٹری تھے۔

تصانیف:

شاہراہوں کے لعل — ۴

مولانا محمد حسین آزاد

(۱۹۱۰ء ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۳۰ء)

اہم اقتباس کی تشریح

اقتباس: ایک دن سودا مشاعرے میں بیٹھے تھے۔ لوگ اپنی اپنی غزلیں پڑھ رہے تھے۔ ایک شریف زادے کی 12۔13 برس کی عمر تھی۔ اس نے غزل پڑھی۔ مطلع تھا:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گرمیِ کلام پر سودا بھی چونک پڑے۔ پوچھا "یہ مطلع کس نے پڑھا؟" لوگوں نے کہا "حضرت یہ صاحبزادہ ہے۔" سودا نے بھی نہت تعریف کی۔ بہت مرتبہ پڑھوایا اور کہا کہ میاں لڑکے! جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی قدرت انہی دنوں لڑکا جل کر مر گیا۔

حوالہ متن: **سبق کا نام:** شاعروں کے لطیفے

مصنف کا نام: مولانا محمد حسین آزاد

حل لغت: شریف زادہ: مہذب گھرانے کا بیٹا۔ پھپھولے: چھالے۔ داغ: زخموں کے نشان۔ چونک پڑا: حیرت ہونا۔ خدا کی قدرت: اللہ کا کرنا۔

سیاق و سباق:

مولانا محمد حسین آزاد نے اس سبق کے ذریعے اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شعر و ادب میں طنز و مزاح کی کیا اہمیت ہے۔ شاعروں کی مزاح کی حِس جس قدر تیز ہوتی ہے۔ ان کی روزمرہ کی گفتگو میں کس قدر لطف پہلو موجود ہوتے ہیں۔ کسی شخص نے مرزا غالب سے کہا کہ آپ کی کتاب قاطع نرہان کے بارے میں لوگوں نے نہت گستاخیاں کی ہیں آپ انہیں جواب کیوں نہیں دیتے۔ مرزا بولے بھائی اگر لوئی گدھا تمھیں لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے استاد ابراہیم ذوق کی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے کہ وہ ایک ذہین اور فطین اور حاضر جواب شاعر تھے۔ شاعری پر ان کی گرفت مضبوط تھی۔ فی البدیہہ شعر کہنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔

تشریح:

مصنف شعراء کے طنز و مزاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن سودا مشاعرے میں بیٹھے تھے۔ لوگ اپنی اپنی غزلیں پڑھ رہے تھے۔ اور سامعین سے س داد وصول کر رہے تھے۔ ایک شریف زادے کی بارہہ، تیرہ برس کی عمر تھی۔ اس نے غزل پڑھی۔ اس کی غزل سن کر سودا نہت حیران ہوئے۔ غزل کے مطلع کے بارے میں ہو چھا یہ کس نے پڑھا ہے۔ لوگوں نے کہا "حضرت یہ صاحبزادہ ہے۔" سودا نے بھی نہت تعریف کی۔ بہت مرتبہ پڑھوایا اور کہا کہ میاں لڑکے! جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی قدرت انہی دنوں لڑکا جل کر مر گیا۔

حل مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

(الف) خواجہ ناسط نے میر اور مرزا کے کلام کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب۔ خواجہ باسط نے کہا کہ دونوں صاحب کمال کے ہیں مگر دونوں میں کا فرق صرف اتنا ہے۔ میر صاحب کا کلام "آہ" ہے اور مرزا صاحب کا کلام "واہ" ہے۔

(ب) شریف زادے کی عزل سن کر سودا نے کیا کہا؟

جواب۔ سودا نے بھی نہت تعریف کی۔ بہت مرتبہ پڑھوایا اور کہا کہ میاں لڑکے! جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی قدرت انہی دنوں لڑکا جل کر مر گیا۔

(ج) سید انشا کے اصرار پر جرات نے یہ مصرع پڑھا؟

جواب۔ اس زلف پہ پھبتی شبِ دیجور کی سوجھی۔

(د) خوجہ صاحب اپنے اس شاگرد سے کیا کہا کرتے تھے، جو اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ کیا کرتا تھے؟

جواب۔ میاں صاحب اپنی آزادمزاجی سے کہا کرتے تھے کہ میاں کہاں جاوگے؟ دو گھڑی مل بیٹھنے کو غنیمت سمجھو اور جو خدا دیتا ہے، اس پر صبر کرو۔

(ہ) صاحبِ عالم کی زبان سے اس وقت کیا نکلا جب حکیم صاحب احسن اللہ خان جلدی سے ان کے آنے اور جانے پر تعجب کیا؟

جواب۔ صاحبِ عالم نے کہا "اپنی خوشی سے آئے نا اپنی خوشی سے چلے"

2۔ درست جملوں پر (✓) کا نشان لگائیں۔

جواب۔ (الف) نے کہا شعر تو میر کا ہے مگر داد خواہی ان کی ذرا کی معلوم ہوتی ہے۔ ( )

✓) **(ب)** سودا نے بھی نہت تعریف کی اور کہا کہ لڑکے بہت طویل عمر پاؤ گے۔ (×)

(ج) جرات ہنس پڑے اور اپنی لکڑی اٹھا کر مارنے کو دوڑ پڑے۔ ( )

✓)

(د) چونکہ نام بھی امام بخش تھا اس لیے تمام اہلِ جلسہ خاموش رہے۔ (×)

(ہ) بھائی اگر لوئی گدھا تھیں لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دوگے۔ (✓)

3۔ سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب کی نشاندہی کریں۔

جواب۔ (1) میر اور مرزا کے کلام پر تکرار کرنے والے کس کے مرید تھے؟

(الف) خواجہ میر درد کے (ب) مرزا غالب کے

(ج) ابراہیم ذوق کے (د) خواجہ باسط کے

(2) انشا اللہ خان ایک دن کس کی ملاقات کو آئے؟

(الف) غالب کی (ب) میر درد کی

(ج) جرات کی (د) مصحفی کی

(3) یہ مصرع" اس زلف پہ پھبتی شبِ دیجور کی سوجھی" کس کا شاعر کا ہے؟

(الف) انشاء کا (ج) جرات کا

(ج) درد کا (د) میر کا

(4) قاطع برہان کے مصنف کون ہیں؟

(الف) ذوق (ب) مومن

(ج) غالب (د) سودا

جوابات۔

1	2	3	4
د	ج	ب	ج

۔ کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

جواب۔ (الف) ایک دن لکھنؤ میں میر اور مرزا کے کلام پر دو شخصوں کی تکرار میں طول کھینچا۔

(ب) میر صاحب کا کلام "آہ" ہے اور سودا صاحب کا کلام "واہ" ہے۔

(ج) گرمیِ کلام پر سودا بھی چونک پڑے۔

(د) جرات نے کہا کہ ایک مصرع خیال میں آیا ہے۔

(ہ) جرات ہنس پڑے اور اپنی لکڑی اٹھا کر مارنے کو دوڑ پڑے۔

(و) اندھے کو اندھیرے میں نہت دور کی سوجھی۔

(ز) چونکہ نام بھی امام بخش تھا اس لیے تمام اہلِ جلسہ نے نہایت تعریف کی۔

(ہ) ایک شاگرد اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ کیا کرتا تھے۔

(ط) ایک دن معمولی دربار تھا ابراہیم ذوق بھی حاضر تھے۔

(ی) انھوں نے آہستہ آہستہ بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئے۔

5۔ ان الفاظ کے معنی لکھیں۔

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
کمال	زوال	خاص	عام
طرف دار	مخالف	مطلع	مقطع
گرمی	سردی	بے روزگاری	روزگار

جواب۔

6۔ مذکر اور مؤنث الفاظ الگ الگ کریں۔

جواب۔ کلام، تکرار، طول، آہ، قیامت، شور، چراغ، تعریف، قدرت، زلف، مصرع، مزاج، تسبیح، شکایت۔

مذکر: کلام، طول، شور، چراغ، مصرع، مزاج۔

مؤنث: تکرار، آہ، قیامت، تعریف، قدرت، زلف، تسبیح، شکایت۔

7۔ مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

جواب۔ کَمال، چِراغ، مَطلَع، اَشتیاق، نَعمَت۔

8۔ مندرجہ ذیل عبارت کی تشریح سیاق و اسباق کے ساتھ کیجیے۔

اقتباس: ایک دن معمولی دربار تھا۔ اُستاد ابراہیم ذوق بھی حاضر تھے۔ ایک مرشد زادے تشریف لائے۔ وہ شاید کسی مرشد زادی یا بیگمات میں سے کسی بیگم صاحب کی طرف سے کسی کچھ عرض لے کر آئے تھے۔ انہوں

نے آہستہ آہستہ بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئے۔ حکیم احسن اللہ خاں بھی موجود تھے، انہوں نے عرض کی: صاحب عالم! یہ آنا کیا تھا اور تشریف کے جانا کیا تھا؟ صاحبِ عالم کی زبان سے اس وقت نکلا کہ اپنی کوشی سے آئے نا اپنی خوشی سے چلے۔

جواب۔ **مصنف کا نام:** **مولانا محمد حسین آزاد**

سبق کا نام: **شاعروں کے لطیفے**

حل لغت: معمولی: عام سا، مرشد زادے: پیر کا بیٹا، عرض: درخواست، رخصت: چھٹی، بے توقع: بغیر رکے ہوئے، حیات: زندگی، قضاء: موت۔

سیاق و اسباق: آزاد صاحب ایک شرنگار ہیں۔ وہ اپنے اسلوب بیان میں موجد بھی ہیں اور خاتم بھی۔ ان کا تمثیلی اسلوبِ بیان انھیں اپنے عہد کے ادیبوں اور نثر نگاروں سے منفرد بناتا ہے۔ حقیقت آرائی اور مبالغہ آرائی ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ اردو میں جدید طرز شاعری ہے۔ مولانا مولانا محمد حسین آزاد کو فی البدیہہ شعر کہنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔۔ شاعر لوگ جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو ان کی ادبی گفتگو مزاح کی چاشنی کے لیے ہوتی ہے۔ ذو معنی باتیں اپنے اندر گہرے مطالب رکھتی ہیں۔ آپ حیات میں انہوں نے شعراء کی نجی زندگی میں پیش آنے والے مزاحیہ واقعات کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ ان واقعات کو پڑھ کر بے ساختہ لبوں پر ہنسی آجاتی ہے۔

تشریح: ایک دن بہادر شاہ ظفر کا دربار لگا ہوا تھا۔ یہ ایک معمولی قسم کا دربار تھا۔ یعنی امراء اور روساء کو کسی خاص مقصد کے لیے نہیں بلایا گیا تھا۔ استاد ابراہیم ذوق بھی اس دربار کی زینت بنے ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک مرشد زادے وہاں تشریف لائے، گمان تھا کہ وہ کسی بیگم کا کوئی پیغام بادشاہ کے گوش گزار کرنا چاہتے تھے۔ اس مرشد کے بیٹے نے بادشاہ تک رسائی حاصل کی۔ وہ آہستہ آہستہ بادشاہ سلامت سے کچھ کہتا رہا۔ اپنی بات پوری کرنے کے بعد اس نے بادشاہ سے اجازت چاہی۔ حکیم احسن اللہ خان بھی یہیں بیٹھے تھے۔ مرشد زادے کو اتنی جلدی رخصت ہوتے دیکھ کر انہوں نے عرض کی، صاحب عالم یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ آئے اور اتنی جلدی واپس بھی جا رہے ہیں۔ چونکہ وہ کسی کا پیغام بادشاہ تک پہنچانے آئے تھے، اور یہ پیغام پہنچا کر وہ اپنے فرض سے فارغ ہو چکے تھے اس لئے بے اختیار ان کی زبان سے نکلا

اپنی کوشی سے آئے نا اپنی خوشی سے چلے۔

اس کی بات سن کر بادشاہ نے ابراہیم ذوق کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "استاد ذرا غور فرمائیں ایک سیدھی سادی بات میں صاحبِ عالم نے کیا صاف ستھرا مصرع کہ دیا ہے۔ بادشاہ کی بات سن کر بغیر رُکے ہوئے بولے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے

اپنی کوشی سے آئے نا اپنی خوشی سے چلے

اُستاد ابراہیم ذوق ایک قادر کلام شاعر تھے۔ انہوں نے فوراً مصرع ثانی کہ کر شعر کو پایا تکمیل تک پہنچا دیا اور بادشاہِ سلامت سے خوب دادِ تحسین حاصل کی۔

9۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے واحد جمع لکھیں۔

جواب۔

واحد	جمع	واحد	جمع
کمال	کمالات	شخص	اشخاص
شعر	اشعار	مشاعرہ	مشاعرات
بیگم	بیگمات	خادم	خدام

10۔ کالم الف میں دیے گئے الفاظ کو کالم ب کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

جواب۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
آہ	نک	واہ
پھپھولے	سودا	دل
ذرا	انشا	نک

مرزا	واہ	سودا
جرات	دل	انشا